© rasailojaraid.com

عمار ناصر

نقد روایت کا درایتی معیار

مسلم فکر کے تناظر میں

خبر کی اہمیت

انسانی علم کے عام ذرائع میں خبر بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کا دائرۂ کار وہ امور ہیں جن تک انسان کے حواس اور عقل کی رسائی نہیں ہے۔ ہم اپنے حواس کی مدد سے صرف ان چیزوں کے بارے میں جان سکتے ہیں جو ہمارے سامنے ہوں اور ہم ان پر دیکھنے، سننے، چھونے، سونگھنے اور چکھنے کی صلاحیتیں بروئے کار لا سکتے ہوں۔ اسی طرح ہماری عقل صرف ان معلومات کو ترتیب دے کر مختلف نتائج اخذ کر سکتی ہے جو ہمارے حواس اس تک پہنچاتے ہیں۔ لیکن باقی امور کے علم کے لیے ہمیں دوسرے انسانوں کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے جو ہمیں ان تجربات کے بارے میں بتا سکیں جو انہیں حاصل ہوئے یا ان واقعات کی خبر دے سکیں جن کا انہوں نے مشاہدہ کیا ہے۔

انسانی تمدن کی تشکیل اور ارتقا میں خبر نہایت اہم کردار کرتی ہے۔ اسی کے ذریعے سے ہم ان افراد اور گروہوں کے بارے میں جانتے اور ان کے حوالے سے مختلف علمی وعملی رویے اختیار کرتے ہیں جن سے ہمارا براہ راست واسطہ نہیں یا جو زمانی لحاظ سے ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں اور اسی کے ذریعے سے نسل انسانی مختلف میدانوں میں اپنے تجربات واکتشافات کو محفوظ کر کے اگلی نسلوں تک پہنچانے کا اہتمام کرتی ہے۔

تاہم انسان کو حاصل ہونے والی دوسری تمام صلاحیتوں کی طرح، خبر کی صلاحیت بھی نقائص اور خامیوں سے پاک نہیں۔ خبر کی افادیت کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اس میں حقیقت واقعہ کو بالکل اسی طرح بیان کیا گیا ہو جیسی کہ وہ ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ہر خبر اس معیار پر پورا نہیں اترتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خبر کو روایت کرنے والے، جیسا کہ واضح ہے، انسانوں میں سے ہی کچھ افراد ہوتے ہیں اور اس کے مضمون کی ترتیب میں ان کی طبعی صلاحیتوں، مشاہدہ واستنباط کے طریقوں، ان کے گردو پیش کے حالات اور ان کے کردار کا نہایت گہرا اثر ہوتا ہے۔ یہ تمام عوامل بالعموم واقعہ کی حقیقی تصویر کو خراب کرنے اور اس میں سے حقیقت کے عنصر کو کمزور کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

نقد خبر کا معیار

اس نقص کے ازالہ کے لیے نسل انسانی کے عقلا نے صدیوں کے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں روایت کی جانچ پرکھ کے مختلف اصول وضع کیے ہیں جن کا اطلاق کر کے کسی بھی روایت کی تصدیق یا تکذیب کی جا سکتی اور ماخذ

© rasailojaraid:com

© rasailojaraid.com

علم کے طور پر اس کا مقام متعین کیا جا سکتا ہے۔ یہ اصول وضوابط کیا ہیں؟ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے حسب ذیل اقتباس میں نقد روایت کے بنیادی پہلو بیان کیے گئے ہیں:

''ہمیں دیکھنا چاہیے کہ کسی خبر کی تحقیق کا سخت سے سخت قابل عمل معیار کیا ہو سکتا ہے۔ فرض کیجئے زید نام کا ایک شخص اب سے سو برس پہلے گزرا ہے جس کے متعلق عمرو ایک روایت آپ تک پہنچاتا ہے۔ آپ کو تحقیق کرنا ہے کہ زید کے متعلق یہ روایت درست ہے یا نہیں؟ اس غرض کے لیے آپ حسب ذیل تنقیحات قائم کر سکتے ہیں:

(۱) یہ روایت عمرو تک کس طریقے سے پہنچی؟ درمیان میں جو واسطے ہیں، ان کا سلسلہ زید تک پہنچتا ہے یا نہیں؟ درمیانی راویوں سے ہر راوی نے جس شخص سے روایت کی ہے، اس سے وہ ملا بھی تھا یا نہیں۔ ہر راوی نے روایت کس عمر اور کس حالت میں سنی؟ روایت کو اس نے لفظ بلفظ نقل کیا یا اس کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں ادا کیا؟

(۲) کیا یہی روایت دوسرے طریقوں سے بھی منقول ہے؟ اگر منقول ہے تو سب بیانات متفق ہیں یا مختلف؟ اور اختلاف ہے تو کس حد تک؟ اگر کھلا ہوا اختلاف ہے تو مختلف طریقوں میں سے کون سا طریق زیادہ معتبر ہے؟

(۳) جن لوگوں کے واسطے سے یہ خبر پہنچی ہے، وہ خود کیسے ہیں؟ جھوٹے یا بددیانت تو نہیں؟ اس روایت میں ان کی کوئی ذاتی یا جماعتی غرض تو مخفی نہیں؟ ان میں صحیح یاد رکھنے اور صحیح نقل کرنے کی قابلیت تھی یا نہیں؟

(۴) زید کی افتاد طبع، اس کی سیرت، اس کے خیالات اور اس کے ماحول کے متعلق جو مشہور و متواتر روایات یا ثابت شدہ معلومات ہمارے پاس موجود ہیں، یہ روایت ان کے خلاف تو نہیں ہے؟

(۵) روایت کسی غیر معمولی اور بعید از قیاس امر کے متعلق ہے یا معمولی اور قرین قیاس امر کے متعلق؟ اگر پہلی صورت ہے تو کیا طرق روایت اتنے کثیر، مسلسل اور معتبر ہیں کہ ایسے امر کو تسلیم کیا جا سکے؟ اور اگر دوسری صورت ہے تو کیا روایت اپنی موجودہ شکل میں اس امر کی صحت کا اطمینان کرنے کے لیے کافی ہے؟

یہی پانچ پہلو ہیں جن سے کسی خبر کی جانچ پڑتال کی جا سکتی ہے۔'' (۱)

اس اقتباس کا تجزیہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس میں روایت کی تنقید کے دو مستقل اور جداگانہ معیاروں کا ذکر کیا گیا ہے:

پہلا معیار ''روایتی معیار'' ہے جس میں اصل بحث راوی کی شخصیت، سند کے اتصال، روایت کے طریقوں اور اس کی مختلف سندوں سے ہوتی ہے۔ اقتباس میں مذکور پہلے تین امور اسی معیار سے متعلق ہیں۔

دوسرا معیار ''درایتی معیار'' ہے جس میں مذکورہ امورہ سے ہٹ کر دیگر عقلی قرائن کی روشنی میں روایت کے صحت واستناد کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اقتباس میں مذکور آخری دونوں امور اسی معیار کی وضاحت کرتے ہیں۔

© rasailojaraid:com

© rasailojaraid.com

درایت کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

درایت کا لغوی معنی جاننا ہے۔ المعجم الوسیط میں ہے: دری الشئی : علمه بضرب من الحیلة
''کسی چیز کی درایت کا مطلب ہے تگ و دو اور کوشش کر کے اس کو معلوم کرنا۔'' (۲)

اصطلاحی مفہوم کے لحاظ سے ''درایت'' دو مختلف معنوں میں مستعمل ہے۔ پہلا مفہوم وہ ہے جو امام سیوطیؒ نے علامہ ابن الاکفانیؒ سے نقل کیا ہے۔ ان کی تقسیم کے مطابق علم حدیث کی دو قسمیں ہیں: علم الروایہ اور علم الدرایہ۔ علم الروایہ کے تحت انہوں نے درج ذیل امور کا ذکر کیا ہے: نبی ﷺ کے اقوال و افعال، ان کی روایت، ان کا ضبط کرنا اور ان کے الفاظ کو تحریر میں لانا۔ جبکہ علم الدرایہ میں درج ذیل امور شامل ہیں: روایت کی حقیقت، اس کی شرائط، انواع اور احکام، راویوں کے حالات اور ان کی شرائط، روایت کی مختلف اقسام اور ان سے متعلقہ امور۔ (۳)

دوسرے معنی کے لحاظ سے درایت کا لفظ، مذکورہ بالا وسیع مفہوم کے بجائے، نقد روایت کے محدود تناظر میں استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد ایسے قرائن کا علم اور اطلاق ہوتا ہے جن کا لحاظ رکھنا، عقل عام اور روزمرہ انسانی تجربات و مشاہدات کی روشنی میں، کسی بھی خبر کا مقام متعین کرنے میں ضروری ہے۔

زیر نظر مقالہ میں ہمارا مقصود مسلمانوں کی علمی روایت میں نقد خبر کے درایتی معیار اور اس کے عملی اطلاق کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کرنا ہے۔

درایتی نقد کے مختلف پہلو

سب سے پہلے تو اس بات پر غور کیجئے کہ کسی روایت کو بلحاظ درایت پرکھتے ہوئے کون کون سے امور زیر بحث لائے جا سکتے ہیں۔ مولانا مودودیؒ کے سابق الذکر اقتباس میں دو پہلو بیان کیے گئے ہیں:

۱۔ کسی شخص کے متعلق وارد روایت کے بارے میں یہ دیکھا جائے کہ وہ اس کی افتاد طبع، سیرت، خیالات اور اس کے ماحول کے متعلق ثابت شدہ معلومات کے خلاف تو نہیں؟

۲۔ یہ دیکھا جائے کہ اگر روایت کسی غیر معمولی اور بعید از قیاس امر کے متعلق ہے تو کیا اس کے راوی اتنے زیادہ اور معتبر ہیں کہ محض ان کی شہادت پر ایسے امر کو تسلیم کیا جا سکے؟

سیرت النبی کے مقدمہ میں علامہ شبلیؒ نے جو بحث کی ہے، اس کی روشنی میں اس پر درج ذیل امور کا اضافہ کیا جا سکتا ہے:

۳۔ رواۃ کے مختلف مدارج کو ملحوظ رکھا جائے۔ نہایت ضابط، نہایت معنی فہم اور نہایت دقیقہ رس راویوں کی روایات کو عام راویوں کی روایات پر ترجیح ہونی چاہئے۔ بالخصوص ان روایتوں میں یہ فرق ضرور ملحوظ رکھنا چاہئے جو فقہی مسائل یا دقیق مطالب سے تعلق رکھتی ہیں۔

۴۔ یہ دیکھا جائے کہ راوی جو واقعہ بیان کرتا ہے، اس میں کس قدر حصہ اصل واقعہ ہے اور کس قدر راوی کا قیاس ہے۔ (۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ نے اس ضمن میں مزید چند امور کی نشان دہی کی ہے:

۶۔ واقعہ کے اصل راوی کے تعلقات صاحب واقعہ کے ساتھ کس قسم کے تھے؟

۷۔ نفس واقعہ کی نوعیت کیا ہے؟ کیا وہ واقعہ اس ماحول میں پیش آ سکتا ہے؟

۸۔ اگر واقعہ کو صحیح مان لیا جائے تو طبعاً جو نتائج اس پر مرتب ہونے چاہئیں، وہ ہوئے ہیں یا نہیں؟ (۵)

درایتی نقد کے یہ پہلو عام ہیں اور ان کا اطلاق ہر قسم کی روایات پر ہو سکتا ہے۔ تاہم اگر زیر بحث روایت دینی لحاظ سے بھی اہمیت رکھنے والی ہو یعنی اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ہو تو مزید دو پہلو پیش نظر رہنے چاہئیں جن کی تائید عقل عام سے بھی ہوتی ہے اور جن کی تصریح جلیل القدر محدثین اور فقہاء نے بھی کی ہے:

۹۔ روایت قرآن مجید کی نصوص یا رسول اللہ ﷺ کی سنت مشہورہ کے خلاف تو نہیں؟

۱۰۔ اس روایت کو تسلیم کرنے سے دین کے کسی مسلمہ اصول پر زد تو نہیں پڑتی؟

دین میں نقد درایت کی بنیاد

روایت کی تحقیق کرتے ہوئے حالات وقرائن کی روشنی میں اس کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کی تعلیم خود قرآن مجید نے دی ہے۔ سورۂ نور میں واقعہ افک کے ضمن میں ارشاد ہے:

لو لا اذ سمعتموہ ظن المومنون والمومنات بانفسھم خیرا وقالوا ھذا افلک مبین	ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اس بات کو سنا تو مومن مردوں اور عورتوں نے ایک دوسرے کے بارے میں نیک گمان کیا اور کہا کہ یہ تو صریح بہتان ہے۔ (۶)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بعض خبریں ایسی ہوتی ہیں جن کے بطلان کے قرائن اس قدر واضح ہوتے ہیں کہ ان کو سنتے ہی ان کی تردید کر دینی چاہئے۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں روایت ہے کہ جب حضرت ابوایوب انصاریؓ نے یہ بات سنی تو اپنی اہلیہ سے فرمایا: ''یہ سراسر جھوٹ ہے۔ اے ام ایوب، کیا تم ایسا کر سکتی ہو؟'' انہوں نے کہا: بخدا نہیں۔ تو فرمایا: ''اللہ کی قسم، عائشہؓ تم سے بہتر ہیں'' (۷)

مسند احمد میں حضرت ابواسید الساعدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا سمعتم الحدیث تعرفہ قلوبکم وتلین لہ اشعارکم وابشارکم وترون انہ منکم قریب فانا اولاکم بہ واذا سمعتم الحدیث عنی تنکرہ قلوبکم وتنفر منہ اشعارکم وابشارکم وترون انہ منکم بعید فانا ابعدکم منہ	جب تم کوئی ایسی حدیث سنو جس سے تمہارے دل مانوس ہوں اور تمہارے بال وکھال اس سے متاثر ہوں اور تم اس کو اپنے سے قریب سمجھو تو میں اس کا تم سے زیادہ حق دار ہوں اور جب کوئی ایسی حدیث سنو جس کو تمہارے دل قبول نہ کریں اور تمہارے بال وکھال اس سے متوحش ہوں اور تم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کو اپنے سے دور سمجھو تو میں تم سے بڑھ کر اس
سے دور ہوں۔ (۸)

صحابہ کرامؓ

درایت کی بنیاد پر روایت کو پرکھنے کے طریقے کا آغاز حضرات صحابہ کرامؓ ہی کے زمانے میں ہو چکا تھا اور جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی آرا میں اس کے استعمال کے متعدد شواہد موجود ہیں:

حضرت عائشہؓ: ام المومنین حضرت عائشہؓ کے ہاں قبول روایت کی شرائط میں سے ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ اور اصول شرع کے خلاف نہ ہو چنانچہ انہوں نے متعدد مواقع پر بعض صحابہ کرامؓ کی بیان کردہ روایتوں کو محض اس بنا پر رد کر دیا کہ وہ، ان کے نزدیک، اس معیار پر پورا نہیں اترتی تھیں۔ امام سیوطیؒ نے یہ روایات اپنے رسالہ عین الاصابہ فی ما استدرکتہ عائشۃ علی الصحابۃ میں درج کر دی ہیں۔ (۹) یہاں ہم ان میں سے چند مثالیں نقل کرتے ہیں:

۱۔ حضرت ابن عمرؓ کی بیان کردہ یہ روایت جب حضرت عائشہؓ کے سامنے پیش کی گئی کہ ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ (بے شک مرنے والے کو اس کے اہل کے رونے کی وجہ سے سزا دی جاتی ہے) تو فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نے یہ بات مومن کے بارے میں نہیں بلکہ کافر کے بارے میں فرمائی ہوگی۔ پھر فرمایا، تمہیں قرآن کافی ہے: لا تزر وازرۃ وزر اخری (کوئی جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی)

۲۔ حضرت عمرؓ نے یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر کے موقع پر مشرکین کی لاشوں سے، جو ایک کنویں میں پھینک دی گئی تھیں، مخاطب ہو کر کہا: فھل وجدتم ما وعد ربکم حقا (تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، کیا تمہیں اس کا حق ہونا معلوم ہو گیا ہے؟) صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ، کیا آپ مردوں سے مخاطب ہو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ما انتم باسمع منھم ولکن لا یجیبون (ان کی سننے کی صلاحیت تم سے کم نہیں ہے۔ بس اتنی بات ہے کہ یہ جواب نہیں دے سکتے) حضرت عائشہؓ نے یہ روایت سن کر کہا: آپ نے ایسا نہیں بلکہ یہ کہا ہوگا کہ اس وقت یہ لوگ جان چکے ہیں کہ جو میں ان سے کہتا تھا، وہ حق ہے۔ پھر آپؐ نے یہ آیات پڑھیں: انک لا تسمع الموتی (بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے) وما انت بمسمع من فی القبور (آپ ان کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں)

۳۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے جب یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: الطیرۃ فی المراۃ والدابۃ والدار (نحوست عورت میں، سواری کے جانور میں اور گھر میں ہے) تو حضرت عائشہؓ نے کہا: اللہ کی قسم، رسول اللہ ﷺ ایسا نہیں کہتے تھے۔ آپ تو اہل جاہلیت کے بارے میں فرماتے تھے کہ وہ یوں کہتے ہیں۔ پھر آپ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی: ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبراھا. (تمہیں زمین میں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے، وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی یعنی طے شدہ ہے، اس سے پہلے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم اس کو وجود میں لائیں)

۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے جب یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے دوزخ میں داخل کر دیا کیونکہ وہ نہ اس کو خود کھلاتی پلاتی تھی اور نہ اسے چھوڑتی تھی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھالے۔ حضرت عائشہؓ نے یہ حدیث سن کر کہا: ''اللہ کے ہاں مومن کا مرتبہ اس سے کہیں زیادہ ہے کہ وہ اس کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دے۔ یہ عورت، درحقیقت، کافر تھی۔''

۵۔ جب حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ روایت بیان کی کہ ''جو آدمی وتر کی نماز نہ پڑھے، اس کی کوئی نماز قبول نہیں'' تو حضرت عائشہؓ نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی پانچ فرض نمازوں کی، تمام شرائط کے ساتھ، پابندی کرے گا، اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا یہ حق ہے کہ وہ اس کو عذاب نہ دے۔''

حضرت عمرؓ: سنن ابی داؤد میں روایت ہے کہ فاطمہ بنت قیس نے یہ روایت بیان کی کہ ان کے خاوند نے انہیں تین طلاقیں دے دی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ عدت کے دوران میں ان کا نفقہ خاوند کے ذمے نہیں ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: ما کنا لندع کتاب ربنا و سنة نبینا لقول امراة لا ندری احفظت ام لا۔ ''ہم کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو ایک عورت کی بات پر نہیں چھوڑ سکتے جس کو پتہ نہیں بات یاد بھی رہی یا نہیں'' (۱۰)

حضرت ابن عباسؓ: ۱۔ جامع ترمذی میں ہے کہ ابو ہریرہؓ نے جب یہ حدیث بیان کی کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو عبد اللہ ابن عباسؓ نے اس کو خلاف عقل ہونے کی بنا پر قبول نہ کیا اور فرمایا: ''کیا ہم چکناہٹ سے وضو کریں؟ کیا ہم گرم پانی کے استعمال سے وضو کریں؟'' اس پر حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: ''جب تمہارے سامنے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کی جائے تو باتیں نہ بنایا کرو۔'' (۱۱)

۲۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ عمرو نے جابر بن زید سے پوچھا، لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا، حکم بن عمرو الغفاری تو یہی بات کہتے تھے لیکن عبد اللہ ابن عباسؓ اس کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور قرآن کی یہ آیت پڑھتے تھے: قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما (کہہ دو کہ مجھ پر جو وحی بھیجی گئی ہے، اس میں ان چار چیزوں یعنی مردار، خون، خنزیر کے گوشت یا غیر اللہ کے نام پر منت مانے ہوئے جانور کے سوا میں کوئی چیز حرام نہیں پاتا) (۱۲)

حضرت ابو ایوب انصاریؓ: صحیح بخاری میں ہے کہ محمود بن الربیع نے یہ حدیث بیان کی کہ: ان اللہ قد حرم علی النار من قال لا الہ الا اللہ یبتغی بذلک وجہ اللہ (جس شخص نے اللہ کی رضا کی خاطر لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اس پر اللہ نے جنت کو حرام کر دیا) حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے یہ سنا تو فرمایا: واللہ ما اظن رسول اللہ ﷺ قال ما قلت قط (بخدا میں نہیں سمجھتا کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی ایسی بات فرمائی ہوگی)

© rasailojaraid:com

© rasailojaraid.com

حافظ ابن حجرؒ ان کے انکار کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ گناہ گار موحدین جہنم میں نہیں جائیں گے حالانکہ یہ بات بہت سی آیات اور مشہور احادیث کے خلاف ہے۔ (۱۳)

حضرت معاویہؓ: موطا امام مالک میں روایت ہے کہ حضرت معاویہؓ نے سونے یا چاندی کے کچھ برتن فروخت کیے اور بدلے میں ان کے وزن سے زیادہ سونا یا چاندی وصول کی۔ جب حضرت ابوالدرداءؓ نے انہیں بتایا کہ اس بیع سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے تو جواب دیا: میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ (۱۴) گویا انہوں نے عقل وقیاس کی بنا پر روایت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔

محدثین کرام

محدثین نے جہاں روایت کی سند کی تحقیق کے سلسلے میں گراں قدر اصول وضع کیے ہیں، وہاں روایت کے متن کی تنقید کے سلسلے میں درایت کی اہمیت بھی تسلیم کی ہے۔ چنانچہ محدث عمر بن بدر الموصلی لکھتے ہیں:

لم یقف العلماء عند نقد الحدیث من حیث سندہ بل تعدوا الی النظر فی متنہ فقضوا علی کثیر من الاحادیث بالوضع وان کان سندا سالما اذا وجدوا فی متونها عللا تقضی بعدم قبولها

علما نے نقد حدیث کے معاملہ میں صرف سند پر اکتفا نہیں کی بلکہ اس دائرے میں متن کو بھی شامل کیا ہے چنانچہ انہوں نے بہت سی ایسی حدیثوں کے موضوع ہونے کا فیصلہ کیا جن کی سندیں اگرچہ درست تھیں لیکن ان کے متن میں ایسی خرابیاں پائی جاتی تھیں جو ان کو قبول کرنے سے مانع تھیں (۱۵)

درایت کے اصولوں کی وضاحت کرتے ہوئے خطیب بغدادیؒ اپنی کتاب الفقیہ و المتفقہ میں لکھتے ہیں:

واذا روی الثقۃ المامون خبرا متصل الاسناد رد بامور: احدها ان یخالف موجبات العقول فیعلم بطلانہ لان الشرع انما یرد بمجوزات العقول واما بخلاف العقول فلا۔ والثانی ان یخالف نص الکتاب او السنۃ المتواترۃ فیعلم انہ لا اصل لہ اومنسوخ۔ والثالث ان یخالف الاجماع فیستدل علی انہ منسوخ او

جب کوئی ثقہ اور مامون راوی ایسی روایت بیان کرے جس کی سند بھی متصل ہے تو اس کو ان امور کے پیش نظر رد کر دیا جائے گا: ایک یہ کہ وہ تقاضائے عقل کے خلاف ہو۔ اس سے اس کا بطلان معلوم ہوگا کیونکہ شرع کا ورود عقل کے مقتضیات کے مطابق ہوتا ہے نہ کہ عقل کے خلاف۔ دوسرے یہ کہ وہ کتاب اللہ کی نص یا سنت متواترہ کے خلاف ہو۔ اس سے معلوم ہوگا کہ اس کی کوئی اصل نہیں یا یہ منسوخ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لا اصل لـه لانـه لا يجوز ان يكون صحيحا غير منسوخ وتجمع الامة على خلافه۔ ۔۔۔۔۔ والرابع ان ينفرد الواحد برواية ما يجب على كافة الخلق علمه فيدل ذلك على انه لا اصل له لانه لا يجوز ان يكون له اصل وينفرد هو بعلمه من بين الخلق العظيم۔ والخامس ان ينفرد برواية ما جرت العادة بان ينقله اهل التواتر فلا يقبل لانه لا يجوز ان ينفرد في مثل هذا بالرواية

تیسرے یہ کہ وہ اجماع کے خلاف ہو۔ اس سے یہ استدلال کیا جائے گا کہ وہ منسوخ ہے یا اس کی کوئی اصل نہیں کیونکہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ صحیح اور غیر منسوخ ہو اور امت کا اس کے خلاف اجماع ہو جائے۔ چوتھے یہ کہ ایسے واقعہ کو صرف ایک راوی بیان کرے جس کا جاننا تمام لوگوں پر واجب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی کوئی اصل نہیں کیونکہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایسی بات کی کوئی اصل ہو اور تمام لوگوں میں سے صرف ایک راوی اس کو نقل کرے۔ پانچویں یہ کہ ایسی بات کو صرف ایک آدمی نقل کرے جس کو عادتاً لوگ تواتر کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ یہ بھی قبول نہیں ہوگی کیونکہ جائز نہیں کہ ایسے واقعہ کو نقل کرنے والا صرف ایک آدمی ہو (۱۶)

امام ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں:

ما احسن قول القائل : اذا رايت الحديث يباين المعقول او يخالف المنقول او يناقض الاصول فاعلم انه موضوع

کسی کہنے والے نے کتنی اچھی بات کہی ہے کہ جب تم دیکھو کہ ایک حدیث عقل کے خلاف ہے یا ثابت شدہ نص کے مناقض ہے یا کسی اصول سے ٹکراتی ہے تو جان لو کہ وہ موضوع ہے۔ (۱۷)

ذیل میں ہم وہ مثالیں پیش کرتے ہیں جن میں جلیل القدر محدثین نے ان اصولوں کو برتتے ہوئے درایتی معیار پر پورا نہ اترنے والی روایات کو ناقابل قبول قرار دیا ہے اگرچہ ان کے راوی نہایت ثقہ اور اسانید بالکل متصل ہیں۔

۱۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ ایک جھگڑے کے سلسلے میں حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا:

اقض بيني وبين هذا الكاذب الآثم الغادر الخائن

میرے اور اس جھوٹے، گناہ گار، بدعہد اور خائن کے درمیان فیصلہ کیجئے۔

امام نوویؒ، علامہ مازریؒ سے نقل کرتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

هذا اللفظ الذی وقع لا یلیق ظاهره بالعباس وحاش لعلی ان یکون فیه بعض هذه الاوصاف فضلا عن کلها ولسنا نقطع بالعصمة الا للنبی ﷺ ولمن شهد له بها لکنا مامورون بحسن الظن بالصحابة رضی الله عنهم اجمعین ونفی کل رذیلة عنهم واذا انسدت طرق تاویلها نسبنا الکذب الی رواتها

اس روایت میں واقع یہ الفاظ بظاہر حضرت عباس سے صادر نہیں ہو سکتے اور یہ ناممکن ہے کہ سیدنا علیؓ کی ذات میں ان میں سے کوئی ایک وصف بھی ہو۔ اور ہمارا رسول اللہ ﷺ اور ان لوگوں کے علاوہ جن کے بارے میں آپ نے شہادت دی، کسی کے بارے میں بھی معصوم ہونے کا عقیدہ نہیں ہے۔ ہمیں حکم ہے کہ صحابہؓ کے بارے میں حسن ظن رکھیں اور ہر بری بات کی ان سے نفی کریں۔ جب تاویل کے تمام راستے بند ہو جائیں تو پھر ہم جھوٹ کی نسبت روایت کے راویوں کی طرف کریں گے۔ (۱۸)

۲۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کو دیکھیں گے کہ ان پر ذلت اور سیاہی چھائی ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ یا اللہ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ قیامت کے دن تمہیں رسوا نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ میں جنت کو کافروں پر حرام کر رکھا ہے۔

امام اسماعیلیؒ فرماتے ہیں:

هذا خبر فی صحته نظر من جهة ان ابراهیم علم ان الله لا یخلف المیعاد فکیف یجعل ما صار لابیه خزیا مع علمه بذالك

س روایت کی صحت میں اشکال ہے۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا تو ان کے والد کا جو انجام ہوا، اس کو وہ کیسے اپنی رسوائی قرار دے سکتے ہیں؟ (۱۹)

۳۔ صحیح بخاری میں عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک بندر کو دیکھا جس نے زنا کیا تھا۔ اس پر دوسرے بندروں نے جمع ہو کر اس کو سنگسار کیا۔

حافظ ابن عبد البرؒ اس حدیث پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فیها اضافة الزنا الی غیر مکلف واقامة الحد علی البهائم وهذا منکر عند اهل العلم

اس میں زنا کی نسبت غیر مکلف کی طرف کی گئی ہے اور جانوروں پر حد لگانے کا ذکر ہے۔ اہل علم کے نزدیک یہ بات بعید از قیاس ہے۔ (۲۰)

۴۔ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ عبد اللہ بن ابی کے حامیوں اور آنحضرت ﷺ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے صحابہؓ کے مابین جھگڑا ہو گیا جس پر یہ آیت اتری: وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما
محدث ابن بطالؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس واقعہ کے متعلق نہیں ہو سکتی کیونکہ اس میں دو مومن گروہوں میں صلح کرانے کا ذکر ہے جبکہ روایات کے مطابق عبداللہ بن ابی اور اس کا گروہ اس وقت تک علانیہ کافر تھا۔ (۲۱)

۵۔ سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کرتے ہوئے اپنے اعضا کو تین تین مرتبہ دھویا اور پھر فرمایا: من زاد علی هذا او نقص فقد اساء وظلم (جس نے اس تعداد میں کمی بیشی کی، اس نے برا کیا اور ظلم کیا)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

اسناده جيد لكن عده مسلم في جملة ما انكر على عمرو بن شعيب لان ظاهره ذم النقص من الثلاث

اس کی سند عمدہ ہے لیکن امام مسلم نے اس کو عمرو بن شعیب کے منکرات میں شمار کیا ہے کیونکہ ظاہر کے لحاظ سے یہ روایت تین مرتبہ سے کم دھونے والے کی مذمت کرتی ہے (حالانکہ صحیح روایات میں رسول اللہ ﷺ سے ایسا کرنا ثابت ہے) (۲۲)

۶۔ صحیح بخاری میں واقعہ معراج کی ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہوا۔
امام ابن حزمؒ اس پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اہل علم کا اتفاق ہے کہ واقعہ معراج رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد ہوا تھا اس لیے روایت میں مذکور بات درست نہیں ہو سکتی۔ (۲۳)

۷۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ابو سفیانؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کو اپنی دختر حضرت ام حبیبہؓ کے ساتھ نکاح کی پیش کش کی۔
ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ تاریخی طور پر یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حضرت ام حبیبہؓ کے ساتھ نکاح فتح مکہ سے بہت عرصہ پہلے ہو چکا تھا جبکہ ابو سفیانؓ ابھی ایمان نہیں لائے تھے، لہٰذا اس روایت کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔ (۲۴)

۸۔ صحیح بخاری میں واقعہ معراج کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر نمازوں میں تخفیف کے لیے بار بار اللہ تعالیٰ کے پاس جاتے رہے۔ آخری مرتبہ جب آپ واپس آئے اور موسیٰ علیہ السلام نے پھر واپس جانے کو کہا تو آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد سنایا کہ: ما یبدل القول لدی (اس حکم میں مزید کوئی تبدیلی نہیں ہوگی) لیکن موسیٰ علیہ السلام نے پھر بھی آپ سے دوبارہ جانے کے لیے کہا۔
محدث داؤدی فرماتے ہیں کہ یہ بات درست نہیں کیونکہ باقی تمام روایات اس کے برخلاف بات بیان کرتی ہیں نیز موسیٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کا ارشاد سننے کے بعد آپ ﷺ کو دوبارہ جانے کا نہیں کہہ سکتے۔ (۲۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۹۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی قمیص اس کے بیٹے کو دی اور حکم دیا کہ اس میں اس کو کفن دیا جائے۔ پھر آپ اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے اٹھے تو حضرت عمرؓ نے کہا: کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں گے جبکہ وہ منافق ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے لیے استغفار کرنے سے منع بھی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ اگر میں ستر مرتبہ ان کے لیے مغفرت کی دعا کروں تو اللہ معاف نہیں کرے گا، اس لیے میں ستر سے زیادہ مرتبہ دعا کروں گا۔ اس کے بعد آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اس روایت کو متعدد محدثین نے تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

واستشكل فهم التخيير من الاية حتى اقدم جماعة من الاكابر على الطعن فى صحة هذا الحديث مع كثرة طرقه واتفاق الشيخين وسائر الذين خرجوا الصحيح على تصحيحه ---- انكر القاضى ابوبكر صحة هذا الحديث وقال : لا يجوز ان يقبل هذا ولا يصح ان الرسول قاله انتهى۔ ولفظ القاضى ابى بكر الباقلانى فى التقريب : هذا الحديث من اخبار الاحاد التى لا يعلم ثبوتها۔ وقال امام الحرمين فى مختصره : هذا الحديث غير مخرج فى الصحيح۔ وقال فى البرهان : لا يصححه اهل الحديث۔ وقال الغزالى فى المستصفى : الاظهر ان هذا الخبر غير صحيح۔ وقال الداودى الشارح : هذا الحديث غير محفوظ

رسول اللہ ﷺ کا آیت سے اختیار کا مفہوم اخذ کرنا محل اشکال سمجھا گیا ہے اسی لیے اکابر اہل علم کی ایک جماعت نے، باوجودیکہ اس حدیث کی سندیں بہت سی ہیں اور شیخین اور صحیح احادیث جمع کرنے والے دوسرے محدثین اس کے صحیح ہونے پر متفق ہیں، اس حدیث کی صحت پر اعتراض کیا ہے۔ قاضی ابوبکر نے اس حدیث کو صحیح ماننے سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو قبول کرنا جائز نہیں اور نہ رسول اللہ ﷺ ایسا فرما سکتے ہیں۔ تقریب میں قاضی ابوبکر الباقلانی کے الفاظ یہ ہیں کہ یہ حدیث ان اخبار آحاد میں سے جن کا ثبوت مشکوک ہے۔ امام الحرمین کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح احادیث کے زمرے میں نہیں ہے۔ برہان میں کہتے ہیں کہ اس کو علماء حدیث صحیح تسلیم نہیں کرتے۔ غزالی مستصفی میں لکھتے ہیں کہ اس کا غیر صحیح ہونا بالکل واضح ہے۔ شارح داؤدی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث محفوظ نہیں ہے۔ (۲۶)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فقہاء حنفیہ

فقہاء حنفیہ کے ہاں روایت کے درایتی نقد کو خاص اہمیت حاصل ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے نہایت مضبوط اصول وضع کیے ہیں۔ امام سرخسیؒ ان اصولوں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فاما القسم الاول وھو ثبوت الانقطاع بدلیل معارض فعلی اربعة اوجه: اما ان یکون مخالفا لکتاب اللہ تعالی او السنة المشھورة عن رسول اللہ او یکون حدیثا شاذا لم یشتھر فی ما تعم به البلوی ویحتاج الخاص والعام الی معرفته او یکون حدیثا قد اعرض عنه الائمة من الصدر الاول بان ظھر منھم الاختلاف فی تلك الحادثة ولم تجر بینھم المحاجة بذلك الحدیث

دوسری دلیل کے ساتھ تعارض کے اعتبار سے روایت کے منقطع ہونے کی چار صورتیں ہیں: یا تو روایت کتاب اللہ کے خلاف یا رسول اللہ ﷺ کی مشہور سنت کے خلاف ہو۔ یا عموم بلوی میں کوئی شاذ اور غیر مشہور حدیث وارد ہو جبکہ اس کی معرفت ہر خاص و عام کو ہونی چاہیے۔ یا کوئی ایسی حدیث ہو جس سے صدر اول کے ائمہ نے اعراض کیا ہو۔ یعنی ان کے مابین اس مسئلے کے بارے میں بحث ہوئی ہو لیکن اس حدیث سے انہوں نے استدلال نہ کیا ہو۔ (۲۷)

ایک دوسری بحث میں لکھتے ہیں:

اذا انسد باب الرای فی ما روی وتحققت الضرورة بکونه مخالفا للقیاس الصحیح فلا بد من ترکه

جب کسی روایت کے ماننے سے رائے کا باب بالکل بند ہوتا ہو اور ہر پہلو سے واضح ہو جائے کہ وہ قیاس صحیح کے مخالف ہے تو اس کو چھوڑنا لازم ہے (۲۸)

فقہاء احناف نے ان اصولوں کی بنیاد پر جن روایتوں کو رد کیا ہے، وہ حسب ذیل ہیں:

مخالف قرآن روایات

۱۔ ترمذی میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی اپنی شرمگاہ کو چھوئے، اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت قرآن کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید میں مسجد قبا کے نمازیوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: **فیہ رجال یحبون ان یتطھروا** (اس میں ایسے مرد ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ خوب طہارت حاصل کریں) یعنی پانی سے استنجا کریں۔ ظاہر ہے کہ پانی سے استنجا شرمگاہ کو ہاتھ لگائے بغیر نہیں ہوسکتا۔ چونکہ اللہ تعالی نے اس عمل کو طہارت حاصل کرنے سے تعبیر کیا ہے جبکہ مذکورہ حدیث میں، اس کے برخلاف، مس ذکر کو نقض طہارت کا سبب قرار دیا گیا ہے، اس لیے یہ حدیث قابل قبول نہیں۔

(۲) فاطمہ بنت قیس رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ ایسی عورت کا نفقہ خاوند کے ذمہ واجب نہیں جس کو تین طلاقیں دی گئی ہوں۔

سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہے: **اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم** ''تم ان کو ٹھہراؤ جہاں تم خود ٹھہرے ہو، اپنی طاقت کے مطابق'' آیت میں **اسکنوھن** سے مراد **انفقوھن** ہے، جس سے معلوم ہوا کہ نفقہ خاوند کے ذمہ ہے، لہٰذا مذکورہ حدیث کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔

(۳) صحیح مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض مقدمات میں ایک گواہ اور قسم کی بنیاد پر مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت کتاب اللہ کے اس حکم کے منافی ہے: **واستشھدوا شھیدین من رجالکم** ''اور تم گواہ بناؤ اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کو'' اس لیے ناقابل قبول ہے۔

سنت مشہورہ کے خلاف روایت

(۱) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے تر کھجور کے عوض میں خشک کھجور کی بیع کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: کیا تر کھجور خشک ہونے کے بعد کم ہو جاتی ہے؟ سائل نے کہا، ہاں۔ آپ نے فرمایا: تو پھر یہ بیع جائز نہیں۔

سرخسی کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے اس روایت پر عمل نہیں کیا کیونکہ یہ سنت مشہورہ کے خلاف ہے جس کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد میں ہے: **التمر بالتمر مثل بمثل** (کھجور کے بدلے میں کھجور لی جائے تو مقدار ایک جیسی ہونی چاہیے) اس حدیث میں ہم جنس اشیا کے باہمی مبادلہ کے لیے مطلق مماثلت کی (یعنی بوقت بیع) شرط لگائی گئی ہے، جبکہ سعدؓ کی مذکورہ روایت میں، اس کے برخلاف، یہ کہا گیا ہے کہ مماثلت اس حالت کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعتبار سے ہونی چاہئے جبکہ تر کھجور خشک ہو جائے۔

عموم بلوی میں وارد خبر واحد

سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ اس اصول کی بنا پر ہمارے علمانے درج ذیل روایات کو قبول نہیں کیا

(۱) وہ روایات جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲) وہ روایات جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جنازہ کی چارپائی اٹھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۳) وہ روایات جن میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ کی تلاوت کی۔

(۴) وہ روایات جن میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کیا کرتے تھے۔

وہ روایات جن سے صحابہؓ نے استدلال نہیں کیا

سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ درج ذیل روایات سے صحابہؓ نے، باوجودیکہ ان مسائل کے متعلق ان کے مابین مباحثہ واستدلال ہوا، استدلال نہیں کیا، اس لیے قابل قبول نہیں:

(۱) الطلاق بالرجال والعدة بالنساء (طلاق مردوں کے اعتبار سے ہے اور عدت عورتوں کے اعتبار سے)

(۲) ابتغوا فی اموال الیتامی خیرا کی لا تاکلها الصدقة (زیر پرورش یتیموں کے مال کو کاروبار میں لگاؤ، ایسا نہ ہو کہ مسلسل زکاۃ دینے سے وہ ختم ہو جائیں) (۲۹)

قیاس کے خلاف روایات:

اگر غیر فقیہ راوی ایسی روایت بیان کرے جو قیاس صحیح کے مخالف ہے، تو قیاس کو روایت پر ترجیح ہوگی۔ اس اصول پر حسب ذیل روایات سرخسیؒ کے ہاں نا قابل قبول قرار پاتی ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص ایسا جانور خریدے جس کا دودھ گاہک کو دھوکا دینے کے لیے کئی دنوں سے نہیں دوہا گیا تھا، تو اگر وہ اس کو رکھنے پر راضی ہو تو درست، ورنہ جانور کو واپس کردے اور استعمال شدہ دودھ کے بدلے میں ایک صاع کھجوریں دے۔

سرخسیؒ کہتے ہیں کہ یہ روایت ہر لحاظ سے قیاس صحیح کے مخالف ہے کیونکہ استعمال شدہ دودھ کے تاوان کے طور پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا تو اتنی ہی مقدار میں دودھ دینا چاہئے اور یا اس کی قیمت۔ ہر حالت میں ایک صاع کھجوروں کا تاوان دینے کی کوئی تک نہیں ہے۔

(۲) سلمہ بن المحبقؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی کی لونڈی سے مباشرت کر لی تو اگر اس میں لونڈی کی رضامندی شامل تھی تو اب وہ لونڈی خاوند کی ملکیت میں آ گئی اور اس کے عوض میں وہ بیوی کو اس جیسی کوئی اور لونڈی دے دے۔ اور اگر خاوند نے لونڈی کو مجبور کیا ہے تو اب وہ آزاد ہے اور اس کے عوض میں خاوند اپنی بیوی کو اس جیسی کوئی اور لونڈی دے۔

سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ از روئے قیاس یہ حدیث ناقابل فہم ہے، لہٰذا قابل قبول نہیں۔ (۳۰)

مسلمات کے خلاف روایات:

۱۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا تھا کہ حرمت رضاعت تب ثابت ہوگی جب بچے نے دس مرتبہ کسی عورت کا دودھ پیا ہو۔ اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا اور اس کی جگہ یہ حکم نازل ہوا کہ پانچ مرتبہ دودھ پینے سے وہ عورت بچے کی ماں بن جائے گی۔ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی قرآن مجید میں تلاوت کی جاتی تھی۔

امام ابوبکر الجصاصؒ اس پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اما حديث عائشة فغير جائز اعتقاد صحته على ما ورد ---- وليس احد من المسلمين يجيز نسخ القرآن بعد موت النبي ﷺ فلو كان ثابتا لوجب ان تكون التلاوة موجودة

اس حدیث کی صحت کا اعتقاد رکھنا جائز نہیں کیونکہ مسلمانوں میں سے کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد قرآن میں نسخ کو جائز نہیں مانتا تو اگر یہ روایت درست ہوتی تو یہ آیت قرآن میں موجود ہوتی۔ (۳۱)

اس روایت کے بارے میں یہی رائے امام سرخسیؒ نے بھی ظاہر کی ہے۔ (۳۲)

۲۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوا تو رسول اللہ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے آگے بڑھے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے آپ کو روکنے کی کوشش کی اور کہا: کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع کیا ہے؟ لیکن رسول اللہ ﷺ نے پھر بھی اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام طحاوی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں.

لان محالا ان یکون اللہ تعالیٰ ینھی نبیہ عن شئی ثم یفعل ذلک الشئی ولا نری ھذا الا وھما من بعض رواۃ الحدیث

یہ بات ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو کسی کام سے منع کرے اور پھر نبی وہی کام کرے۔ ہمارے خیال میں یہ کسی راوی کا وہم ہے۔

اس کے بعد انہوں نے متعدد روایات سے ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ (۳۳)

۳۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ لبید بن اعصم یہودی نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا جس کا اثر آپ پر اس طرح ظاہر ہوا کہ آپ کام کرنے کے بعد بھول جاتے کہ آپ نے اسے کیا ہے۔

امام جصاصؒ اس روایت کی سخت الفاظ میں تردید کرتے ہیں:

ومثل ھذہ الاخبار من وضع الملحدین ..... والعجب ممن یجمع بین تصدیق الانبیاء علیھم السلام واثبات معجزاتھم وبین التصدیق بمثل ھذا من فعل السحرۃ

اس طرح کی روایات ملحدین کی وضع کردہ ہیں۔ اور ان لوگوں پر تعجب ہے جو انبیا کی تصدیق کرتے اور ان کے معجزات کو مانتے ہیں اور اس کے ساتھ یہ بھی مانتے ہیں کہ جادوگر انبیا پر یہ عمل کر سکتے ہیں۔ (۳۴)

فقہاء مالکیہ

فقہاء مالکیہ کے ہاں بھی درایتی نقد کا استعمال نمایاں طور پر ملتا ہے۔ امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:

ھذا القسم علی ضربین: احدھما ان تکون مخالفتہ للاصل قطعیۃ فلا بد من ردہ۔ والآخر ان تکون ظنیۃ اما بان یتطرق الظن من جھۃ الدلیل الظنی واما من جھۃ کون الاصل لم یتحقق کونہ قطعیا وفی ھذا الموضع

ظنی دلیل اگر قطعی دلیل کے مخالف ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اس کا اصل کے مخالف ہونا قطعی ہو، اس صورت میں اس کو رد کرنا لازم ہے۔ دوسری یہ کہ اس کا اصل کے خلاف ہونا ظنی ہو، یا تو اس لیے کہ اصل کے ساتھ اس کی مخالفت ظنی ہے اور یا اس لیے کہ اصل کا قطعی ہونا متحقق نہیں ہوا۔ اس دوسری صورت میں مجتہدین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مجال للمجتهدين ولكن الثابت في الجملة ان مخالفة الظني لاصل قطعي يسقط اعتبار الظني على الاطلاق وهو مما لا يختلف فيه

کے لیے اختلاف کی گنجائش ہے۔ لیکن اصولی طور پر یہ بات طے شدہ ہے کہ ظنی کا قطعی کے مخالف ہونا ظنی کو ساقط الاعتبار کر دیتا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (۳۵)

چنانچہ امام مالکؒ کا اصول یہ ہے کہ اگر کوئی روایت ظاہر قرآن، عمل اہل مدینہ اور قیاس قوی کے معارض ہو تو اس کو رد کر دیتے ہیں۔ اس اصول پر انہوں نے متعدد روایات کو قبول نہیں کیا۔

مخالف قرآن روایات

۱۔ حدیث: من مات وعليه صيام صام عنه وليه (جو آدمی فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے) شاطبیؒ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لمنافاته للاصل القرآني الكلي نحو قوله تعالى: الا تزر وازرة وزر اخرى وان ليس للانسان الا ما سعى

کیونکہ یہ قرآن کے بیان کردہ اس ضابطہ کے خلاف ہے کہ کوئی جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی اور یہ کہ انسان کے لیے وہی عمل کار آمد ہیں جو اس نے خود کیے ہوں (۳۶)

۲۔ ایسی احادیث جن میں یہ کہا گیا ہے کہ جب تک بچہ پانچ یا دس مرتبہ کسی عورت کا دودھ نہ پی لے، حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ شاطبی فرماتے ہیں:

ولم يعتبر في الرضاع خمسا ولا عشرا للاصل القرآني في قوله: وامهاتكم اللاتي ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة وفي مذهبه من هذا كثير

امام مالک نے رضاع میں پانچ یا دس مرتبہ کا اعتبار نہیں کیا کیونکہ قرآن کی اس آیت کے (عموم کے) خلاف ہے: **وامهاتكم التي ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة**۔ اور اس کی مثالیں ان کے مذہب میں بہت زیادہ ہیں۔ (۳۷)

مخالف عمل اہل مدینہ

ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں:

فجملة مذهب مالك في ذلك

امام مالک کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ خبر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایجاب العمل بمسنده و مرسله ما لم یعترضه العمل بظاهر بلده

واحد پر، چاہے وہ مسند یا ہو مرسل، عمل کرتے ہیں جب تک کہ وہ اہل مدینہ کے عمل کے خلاف نہ ہو۔ (۳۸)

اس اصول پر انہوں نے حسب ذیل روایات رد کی ہیں:

۱۔ خیار مجلس کی احادیث۔ ابن عبدالبر لکھتے ہیں:

ولا یری العمل بحدیث خیار المتبایعین ---- لما اعترضهما عنده من العمل

امام مالکؒ خیار مجلس کی حدیث پر عمل نہیں کرتے کیونکہ یہ عمل اہل مدینہ کے معارض ہے۔ (۳۹)

۲۔ حضر کی حالت میں موزوں پر مسح کرنے کی روایات۔ ابوالولید ابن رشدؒ الجد لکھتے ہیں:

وسئل عن المسح علی الخفین فی الحضر ایمسح علیهما؟ فقال لا، ما افعل ذلك ---- وانما هی هذه الاحادیث ۔ قال: ولم یروا یفعلون ذلك وكتاب الله احق ان یتبع ویعمل به

امام مالکؒ سے حضر میں مسح علی الخفین کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا، میں ایسا نہیں کرتا۔ اس کے حق میں تو بس یہ حدیثیں ہی ہیں۔ جبکہ خلفاء راشدین (اور اہل مدینہ) کا عمل اس پر نہیں ہے۔ (اس صورت میں) کتاب اللہ کے حکم (غسل) پر ہی عمل کرنا درست ہے (۴۰)

مخالف قیاس

۱۔ وہ روایات جن میں حکم دیا گیا ہے کہ جب کتا برتن میں منہ ڈال جائے تو برتن کو سات مرتبہ دھویا جائے۔ شاطبیؒ امام مالکؒ سے نقل کرتے ہیں:

جاء الحدیث ولا ادری ما حقیقته؟ وکان یضعفه ویقول: یؤکل صیده فکیف یکره لعابه؟

حدیث تو آئی ہے لیکن مجھے نہیں معلوم کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کی کمزوری بتاتے ہوئے امام مالکؒ فرماتے تھے کہ اگر کتے کا شکار کیا ہوا جانور کھایا جا سکتا ہے تو اس کا لعاب کیسے مکروہ ہو سکتا ہے؟ (۴۱)

۲۔ سات آدمیوں کی طرف سے ایک گائے یا اونٹ کی قربانی کی روایات۔ چونکہ قیاس یہ ہے کہ ہر آدمی کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرف سے ایک ہی جانور قربان کیا جائے، اس لیے امام مالکؒ ان روایات پر عمل نہیں کرتے۔ ابن رشد الحفیدؒ لکھتے ہیں۔

رد الحدیث لمکان مخالفته للاصل فی ذلک	اصل کی مخالفت کی وجہ سے امام مالکؒ نے اس حدیث کو رد کر دیا ہے۔ (۴۲)

۳۔ وہ روایات جن میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر ان ہانڈیوں کو الٹنے کا حکم دیا جن میں مال غنیمت کے اونٹوں اور بکریوں کا گوشت، غنیمت کے تقسیم ہونے سے پہلے ہی پکایا جا رہا تھا۔ شاطبیؒ لکھتے ہیں:

تعویلا علی اصل رفع الحرج الذی یعبر عنه بالمصالح المرسلة فاجاز اکل الطعام قبل القسم لمن احتاج الیه	یہ ان روایتوں کو امام مالکؒ نے رفع حرج یعنی مصالح مرسلہ کے اصول کے منافی ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کیا۔ اس لیے وہ ضرورت مند کے لیے مال غنیمت کی تقسیم سے قبل بھی اس میں سے کھانے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ (۴۳)

اس تمام تفصیل سے واضح ہے کہ اسلام کی علمی روایت میں درایت ایک نہایت شاندار تاریخ رکھتی ہے۔ مختلف طریقہ ہائے فکر سے تعلق رکھنے والے علما، محدثین اور فقہا نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق روایتوں کو پرکھنے کے مختلف عقلی اصول وضع کیے اور ان کو اپنی تحقیقات میں برتا۔ یہ تو ممکن ہے کہ ہم ان کی انفرادی تحقیقات سے اختلاف کریں اور کسی معقول تاویل سے یہ واضح کر دیں کہ زیر بحث روایت، درحقیقت، خلاف اصول نہیں ہے لیکن، اہل علم کی مجموعی تحقیقات کی روشنی میں یہ بات پورے یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ درایت کی روشنی میں روایات کو پرکھنا ایک مسلمہ علمی اصول ہے اور جب کسی روایت کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ وہ قرآن کی کسی نص، رسول اللہ ﷺ کی سنت ثابتہ، دین کے مسلمات یا عقل عام کے تقاضوں کے خلاف ہے تو اس کو یکسر رد کر دینا چاہیے، چاہے اس کی سند کتنی ہی صحیح اور اس کے طرق کتنے ہی کثیر ہوں۔ واللہ اعلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حوالہ جات

(۱) مودودی، ابوالاعلی، سید تفہیمات، لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، حصہ اول ص ۳۴۵

(۲) المعجم الوسیط، ایران: دفتر نشر فرہنگ اسلامی، ۱۴۰۸ھ، ص ۲۸۲

(۳) السیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر: تدریب الراوی، ج ۱، ص ۴۰

(۴) شبلی نعمانی: سیرت النبی، لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۷۵ء، ج ۱ص ۱۰۱

(۵) سعید احمد اکبر آبادی: صدیق اکبرؓ

(۶) سورۃ النور، آیت ۱۲

(۷) ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل: تفسیر القرآن العظیم، لاہور: امجد اکیڈمی، ۱۹۸۲ء، ج ۳ ص ۲۷۳

(۸) الامام احمد: المسند، گوجرانوالہ: ادارہ احیاء السنۃ، سن ندارد، ج ۴ ص ۵

(۹) عین الاصابہ فی ما استدرکتہ عائشۃ علی الصحابہ، مشمولہ سیرت عائشہ: سید سلیمان ندوی، لاہور: اسلامی کتب خانہ، سن ندارد، ص ۲۶۶ تا ۲۸۱

(۱۰) ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی: سنن ابی داؤد، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ: دار السلام، ۲۰۰۰ء، کتاب الطلاق، باب فی نفقۃ المبتوتۃ، حدیث نمبر ۲۲۹۱

(۱۱) الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ: جامع الترمذی، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ: دار السلام، ۲۰۰۰ء، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء مما غیرت النار، حدیث نمبر ۷۹

(۱۲) البخاری، محمد بن اسماعیل: الجامع الصحیح مع شرحہ فتح الباری، دمشق: مکتبۃ الغزالی، سن ندارد، حدیث نمبر ۵۵۲۹، ج ۹ ص ۶۵۴

(۱۳) ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی: فتح الباری، دمشق: مکتبۃ الغزالی، سن ندارد، ج ۳ ص ۲۶

(۱۴) الامام مالک: الموطا، کراچی: میر محمد کتب خانہ، سن ندارد، باب بیع الذہب بالورق عینا و تبرا، ص ۶۸۲

(۱۵) تقی امینی: حدیث کا درایتی معیار، کراچی: قدیمی کتب خانہ، ۱۹۸۶ء، ص ۱۷۹، ۱۸۰

(۱۶) الخطیب، ابوبکر احمد بن علی البغدادی: الفقیہ و المتفقہ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۰ء، ج ۱ص ۱۳۲، ۱۳۳

(۱۷) تدریب الراوی، ج ۱ص ۲۷۷

(۱۸) النووی، ابوزکریا یحیی بن شرف: شرح صحیح مسلم، دمشق: مکتبۃ الغزالی، سن ندارد، ج ۱۲ ص ۴۷

(۱۹) فتح الباری: ج ۸، ص ۵۰۰

(۲۰) فتح الباری: ج ۷، ص ۱۶۰

(۲۱) فتح الباری: ج ۵، ص ۲۹۹

(۲۲) فتح الباری: ج ۱ص ۲۳۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲۳) الامیر الیمانی، محمد بن اسماعیل: توضیح الافکار، بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۳۶۶ھ، ج ۱،ص ۱۲۸، ۱۲۹

(۲۴) المرجع السابق

(۲۵) فتح الباری: ج ۱۳، ص ۴۸۶

(۲۶) فتح الباری، ج ۸، ص ۳۳۸

(۲۷) السرخسی، ابوبکر محمد بن احمد: اصول السرخسی، لاہور: دارالمعارف النعمانیہ، ۱۹۸۱ء، ج ۱، ص ۳۶۴

(۲۸) اصول السرخسی: ج ۱،ص ۳۴۱

(۲۹) اصول السرخسی، ج ۱،ص ۳۶۴ تا ۳۷۰

(۳۰) اصول السرخسی: ج ۱،ص ۳۴۱

(۳۱) الجصاص، ابوبکر احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، لاہور: سہیل اکیڈیمی، ۱۹۸۰ء، ج ۳،ص ۱۲۵

(۳۲) اصول السرخسی: ج ۲،ص ۷۹، ۸۰۔

(۳۳) الطحاوی، ابوجعفر احمد بن محمد: مشکل الآثار

(۳۴) احکام القرآن: ج ۱،ص ۳۶

(۳۵) الموافقات: ج ۳،ص ۱۸

(۳۶) الموافقات: ج ۳،ص ۲۲

(۳۷) الموافقات: ج ۳،ص ۲۳

(۳۸) ابن عبدالبر: التمہید، لاہور: المکتبۃ القدوسیۃ، ۱۹۸۳ء، ج ۱،ص ۳

(۳۹) المرجع السابق

(۴۰) ابن رشد، ابوالولید القرطبی: البیان والتحصیل، بیروت: دارالغرب الاسلامی، ۱۹۸۸ء، ج ۱،ص ۸۲

(۴۱) الموافقات: ج ۳،ص ۲۱

(۴۲) بدایۃ المجتہد: ج ۱،ص ۳۱۸

(۴۳) الموافقات: ج ۳،ص ۲۲

© rasailojaraid.com